21 بچوں کے لئے دلچسپ اسلامی کہانیاں

گمنام محسن

طالب ہاشمی

البدر پبلی کیشنز

32-فرسٹ فلور ہادیہ حلیمہ سنٹر، اردو بازار لاہور
فون: 042-37225030-37245030
0333-4173066-0300-4745729

☆ نام کتاب	گمنام محسن
☆ مصنف	طالب الہاشمی
☆ ناشر	علی سعید
☆ اشاعت	جنوری2023ء
☆ مطبع	نوید حفیظ پرنٹرز' لاہور
☆ ہدیہ	-/140 روپے

فہرست

شہادت یا فتح

عزیز بچو! براعظم یورپ کے نقشے پر نظر ڈالیں تو آپ کو اس کے جنوب مغرب میں دو مُلک نظر آئیں گے، سپین اور پرتگال۔ آج کل یہ دونوں آزاد مُلک ہیں لیکن پرانے زمانے میں پرتگال کا علاقہ سپین ہی میں شامل تھا اور یہ ایک ہی ملک تھا جس کو ہسپانیہ کہا جاتا تھا۔ بعد میں مسلمانوں نے ہسپانیہ کو اندلُس کہنا شروع کر دیا۔ بنواُمیّہ کے چھٹے خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں ہسپانیہ پر ایک عیسائی بادشاہ راڈرک کی حکومت تھی۔

ہسپانیہ کے جنوبی ساحل کے بالکل سامنے جنوب کی طرف براعظم افریقہ کا شمال مغربی حصہ ہے۔ اسے عام طور پر شمالی افریقہ یا مغرب کہا جاتا ہے۔ ہسپانیہ کے جنوبی ساحل اور شمالی افریقہ کے کونے کے درمیان صرف دس بارہ میل چوڑی ایک آبنائے ہے۔ یہی آبنائے بَرِّ اعظم یورپ کو بَرِّ اعظم افریقہ سے جدا کرتی ہے اور بحیرہ روم اور بحرِ اوقیانوس کو ایک دوسرے سے ملاتی ہے۔ آج کل اس آبنائے کو آبنائے جبرالٹر کہا جاتا ہے۔

ولید کے خلیفہ بننے سے پہلے مسلمانوں نے ایک چھوٹے سے علاقے کے سوا سارا شمالی افریقہ فتح کر لیا تھا۔ یہ چھوٹا سا علاقہ سمندر کے کنارے واقع تھا۔ اس کا صدر مقام سِبتہ تھا اور اس پر ہسپانیہ کے بادشاہ کی حکومت تھی۔ اس کی طرف سے جُولین نام کا ایک عیسائی سردار سِبتہ کا گورنر تھا۔

خدا کا کرنا ایک دفعہ جُولین اپنے بادشاہ راڈرک کی ایک بُری حرکت کی وجہ سے اس سے سخت ناراض ہو گیا۔ اُس وقت خلیفہ ولید کی طرف سے موسیٰ بن نُصَیر شمالی افریقہ کے گورنر تھے۔ جُولین نے پہلے ان کو کئی خط لکھے پھر خود ان سے ملاقات کی اور ان کو یہ بتا کر ہسپانیہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی کہ ہسپانیہ بڑا سرسبز اور شاداب مُلک ہے۔ اس میں جگہ جگہ صاف پانی کی نہریں بہتی ہیں اور ہر قسم کے اناج، پھلوں اور پھولوں کی بہتات ہے۔ وہاں کا بادشاہ بہت ظالم ہے اور بہت سے لوگ اس کے خلاف ہیں۔ جُولین نے یہ وعدہ بھی کیا کہ اگر مسلمانوں نے ہسپانیہ پر

تختہ۔ تیسری کوئی صورت نہیں ہے۔

راڈرک ایک لاکھ سپاہیوں کے ساتھ مسلمانوں کی طرف بڑھا اور شریش کے مقام پر ان کے سامنے پڑاؤ ڈالا۔ اس کے تمام سپاہیوں کے پاس اعلیٰ قسم کے گھوڑے اور بڑے قیمتی ہتھیار تھے۔ ادھر بارہ ہزار مسلمانوں کے پاس تھوڑے سے گھوڑے تھے اور اکثر کے پاس پورے ہتھیار بھی نہیں تھے۔ اگر کسی کے پاس تلوار تھی تو نیزہ نہ تھا اور اگر نیزہ تھا تو تلوار نہ تھی۔ لڑائی سے ایک دن پہلے طارق نے دیکھا کہ بعض مجاہد دشمن کی اتنی زیادہ تعداد اور قیمتی ہتھیار دیکھ کر کچھ فکرمند ہیں۔ اس نے رات کو تمام فوج کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر کی۔

''مسلمانو! اچھی طرح سمجھ لو کہ میدان جنگ سے ہٹنے کی اب کوئی صورت نہیں ہے۔ آگے دشمن ہے اور پیچھے سمندر۔ خدا کی قسم صرف قدم جما کر اور جان ہتھیلی پر رکھ کر لڑنے میں بھلائی ہے۔ اگر اس طرح کرو گے تو اپنی فوج کی کمی سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ دوسری طرف جس فوج کے سپاہی بزدل، کاہل، سست اور مغرور ہوں ان کی فوج کی تعداد خواہ کتنی زیادہ ہو، کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ یہ ٹھیک ہے کہ دشمن کے پاس سامان جنگ اور خوارک بہت زیادہ ہے لیکن تمہیں اس کو دشمن سے چھین کر اپنے قبضے میں لانا ہوگا۔ تم اس ملک میں اللہ کے دین کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے آئے ہو۔ اس کا بدلہ تم اللہ سے ضرور پاؤ گے۔ اگر تم اپنی جانوں پر کھیل جاؤ تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ جو بات میں تم سے کہہ رہا ہوں سب سے پہلے میں خود اس پر عمل کروں گا۔ مسلمانو! جب میں حملہ کروں تو تم بھی دشمن پر ٹوٹ پڑو جب میں رُک جاؤں تو تم بھی رُک جاؤ۔ لڑائی کے میدان میں سب مل کر ایک جسم بن جاؤ۔ جس وقت لڑائی شروع ہوگی تو میں راڈرک کی طرف بڑھوں گا اور اس کو ہلاک کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دوں گا۔ اگر میں اس کو قتل کر کے مارا جاؤں تو تم بہادر اور عقلمند ہو اپنے کاموں کو خود سنبھال لینا اور اگر میں اس کو قتل کرنے سے پہلے مارا جاؤں تو تم اس کام کو ہر قیمت پر پورا کرنا اور پھر اس مُلک کی فتح مکمل کر لینا کیونکہ راڈرک کے قتل کے بعد دشمن حوصلہ ہار بیٹھے گا۔ میں مارا جاؤں تو غمگین نہ ہونا اور نہ آپس میں لڑنا جھگڑنا ورنہ دشمن پر تمہارا رُعب نہیں رہے گا اور وہ تمہیں تباہ کر ڈالے گا۔ خبردار اپنے آپ کو کسی صورت میں دشمنوں کے حوالے نہ کرنا۔ اس کے بجائے عزت کے ساتھ لڑ کر شہید ہو جانا۔ اب لڑائی کی تیاری کرو اور جب میں دشمن پر حملہ کروں تو تم بھی اس پر جھپٹ پڑنا۔ اللہ تمہارا مددگار ہو۔''

طارق کی تقریر نے مسلمانوں کے خون کو گرما دیا۔ دوسرے دن ۲۷ رمضان ۹۲ ہجری (۱۹ جولائی ۷۱۱ عیسوی) کو صبح ہوتے ہی مسلمانوں اور ہسپانویوں میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔ یہ لڑائی آٹھ دن تک جاری رہی

چڑھائی کی تو وہ ان کی ہر طریقے سے مدد کرے گا۔ اس پر مُوسیٰ بن نُصَیر ہسپانیہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور اس مقصد کے لیے خلیفہ ولید سے اجازت طلب کی۔ ولید نے ان کو ہدایت کی کہ پہلے فوج کا کوئی دستہ بھیج کر وہاں کے حالات کا صحیح اندازہ کرلو۔

موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک نوجوان فوجی افسر طریف کو چار سو مجاہدین دے کر ہسپانیہ کے ساحل پر چھاپہ مارنے اور وہاں کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ لوگ چار کشتیوں میں سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ طریف جنوب مغربی ہسپانیہ کے جس ساحلی مقام پر اترا وہ آج تک طریف کہلاتی ہے۔ طریف نے آس پاس کے علاقے پر حملے کیے اور وہاں کے حالات معلوم کر کے خیریت کے ساتھ واپس شمالی افریقہ آ گیا۔ اب مُوسیٰ بن نُصَیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک بہادر سردار طارق بن زیاد کو ہسپانیہ پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ صرف سات ہزار سپاہی تھے جو چار جہازوں پر سوار ہو کر شمالی افریقہ سے روانہ ہوئے۔ طارق، جُولیَن کی رہنمائی میں آبنائے کو عبور کر کے جس پہاڑی پر اترا وہ جبل الطارق کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہی لفظ ہے جو بعد میں بگڑ کر جبرالٹر بن گیا۔ اس آبنائے کو بھی اب آبنائے جبرالٹر کہا جاتا ہے۔

اُس علاقے کا سردار راڈرک کا ایک سردار تھیوڈومر تھا۔ وہ مسلمانوں کے مقابلے پر آیا لیکن شکست کھائی اور ایک تیز رفتار قاصد بھیج کر بادشاہ کو اطلاع دی کہ ہماری زمین پر ایک عجیب قوم اتر پڑی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ آسمان سے نازل ہوئی ہے یا زمین سے نکل پڑی ہے۔

شاہ راڈرک نے یہ اطلاع ملتے ہی بڑے زور شور سے لڑائی کی تیاری کی اور سارے مُلک میں عام فوجی بھرتی کا اعلان کر دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس کے جھنڈے تلے ایک لاکھ سپاہی جمع ہو گئے۔ اُدھر طارق نے بھی مُوسیٰ بن نُصَیر رحمۃ اللہ علیہ کو تمام حالات لکھ بھیجے۔ انہوں نے فوراً پانچ ہزار سپاہیوں کی امدادی فوج بھیج دی۔ اب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی جبکہ دشمن کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ لیکن بہادر طارق بالکل نہ گھبرایا اور اس نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم اللہ کے بھروسے پر دشمن سے ضرور لڑیں گے اور فتح حاصل کریں گے یا شہید ہو جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ جن جہازوں میں بیٹھ کر مسلمان شمالی افریقہ سے آئے تھے طارق نے ان کو آگ لگوا دی تاکہ کسی کو پیچھے ہٹنے کا خیال تک نہ آئے۔ فوج کے بعض افسروں نے کہا کہ جہازوں کو تباہ کرنا ٹھیک نہیں آگے دشمن ہے اور پیچھے سمندر خدانہ کرے اگر ہمیں پیچھے ہٹنا پڑا تو کہاں جائیں گے؟

طارق نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر کہا، پیچھے ہٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ہمارے سامنے تخت ہے یا

گمنام محسن

خُلَفَائے راشدینؓ کے بعد بنواُمیّہ کی حکومت کا آغاز ہوا جو تقریباً ایک سو سال تک قائم رہی۔ پہلی صدی ہجری کے آخر میں ساتواں اُموی خلیفہ سُلیمان بن عبدالملک اسلامی دنیا کا حکمران تھا۔ اُس کے عہدِ حکومت کا ذکر ہے کہ خُذیمہ نامی ایک امیر جزیرہ (الجزِیرہ) میں رہتا تھا جو دریائے فرات اور دریائے دجلہ کے درمیان واقع ہے۔ خُذیمہ جتنا دولت مند تھا اتنا ہی نیک اور دل کا سخی تھا۔ غریبوں اور حاجت مندوں کے لیے اس کے گھر کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ بیسیوں نادار، بے سہارا، یتیم اور اپاہج لوگ ہر روز اس کے دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔ ایسا کبھی نہ ہوتا تھا کہ کوئی سوال کرنے والا اس کے دروازے سے خالی ہاتھ چلا جائے۔ اپنی سخاوت اور دریا دلی کی وجہ سے وہ سارے ملک میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، یہاں تک کہ خلیفہ اور علاقے کا گورنر بھی اُس کی بہت عزت کرتے تھے۔ اگر کبھی وہ ان سے ملنے چلا جاتا تو وہ اٹھ کر اس کو گلے لگا لیتے اور اپنے پاس بٹھا کر دیر تک باتیں کرتے رہتے۔ اگر کسی غریب کا کوئی کام اٹکا ہوتا تو خُذیمہ کی سفارش پر گورنر یا خلیفہ فوراً وہ کام کر دیتے تھے۔

دولت ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ کرنا خدا کا کیا ہوا کہ خُذیمہ کو اپنے کاروبار میں سخت نقصان ہوا جس سے اس کی مالی حالت روز بروز بگڑنے لگی یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا۔ اس کی دولت مندی کے زمانے میں جو لوگ اکثر اُس کے پاس آتے جاتے تھے انہوں نے اُس سے ملنا جُلنا چھوڑ دیا۔ اسی طرح جو لوگ اس کی مہربانیوں اور فیاضی کی بدولت امیر ہو گئے تھے انہوں نے بھی اس کی طرف سے آنکھیں پھیر لیں اور اس کی کوئی مدد نہ کی۔ خُذیمہ اب نہ غریبوں کو کھانا کھلا سکتا تھا اور نہ کسی حاجت مند کی مدد کر سکتا تھا۔ ان حالات سے وہ اس قدر بددل ہوا کہ اُس نے اپنی حویلی کے دروازے بند کر لیے اور گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔

اُس زمانے میں جزِیرہ کا حاکم عِکرِمہ نامی ایک نیک دل آدمی تھا۔ وہ بھی بڑا دریا دل اور شریفوں کا قدردان

لیکن ہار جیت کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ نویں دن جب لڑائی پورے زور شور سے جاری تھی طارق دشمن فوج کے درمیانی حصے میں گھس گیا جس میں راڈرک دو گھوڑوں پر رکھے ہوئے شاہی تخت پر بیٹھ کر اپنی فوج کو لڑا رہا تھا۔ بہت سے مجاہدین نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ طارق راڈرک کو دیکھتے ہی للکار کر اس کی طرف یہ کہتا ہوا جھپٹا کہ عیسائیوں کا بادشاہ یہی ہے۔

راڈرک یہ للکار سنتے ہی اس تیزی سے بھاگا کہ پھر دنیا میں کسی نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ قریب بہنے والے دریا گواڈالیٹ میں ڈوب کر مر گیا کیونکہ اس کا سفید گھوڑا دریا کے کنارے دلدل میں پھنسا ہوا ملا جس کے قریب بادشاہ کا ایک سنہری جوتا بھی پڑا تھا۔

بادشاہ کے بھاگتے ہی اس کی تمام فوج بھی بھاگ کھڑی ہوئی۔ یوں بارہ ہزار مجاہدین کو اللہ نے ایک لاکھ کے لشکر پر فتح دی۔ اس لڑائی میں تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جبکہ دشمن کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ اس فتح کے بعد طارق نے ملک کے اندرونی حصے کی طرف قدم بڑھایا اور چند مہینوں کے اندر اندر آرچی ڈونا، الویرا، قرطبہ، ملاغہ اور طلیطلہ وغیرہ کئی شہر فتح کر لیے۔ اگلے سال موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ خود اٹھارہ ہزار سپاہی لے کر ہسپانیہ پہنچے اور طارق کے ساتھ مل کر بہت تھوڑے عرصے میں سارا ہسپانیہ فتح کر لیا۔ ان کا ارادہ تھا کہ فرانس اور یورپ کے دوسرے ملکوں کو بھی فتح کیا جائے۔ لیکن خلیفہ ولید نے انہیں واپس بلا لیا اور مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب فرانس کی جنوبی سرحدوں کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس کے بعد مسلمان ہسپانیہ پر تقریباً آٹھ سو سال تک بڑی شان و شوکت سے حکومت کرتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ اشْتَکٰی کُلُّہٗ ۝

ترجمہ: سارے مسلمان آپس میں ایک شخص واحد کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو تمام بدن بے چین ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

کے ہاتھ سے چھڑا لیا اور تاریکی میں غائب ہوگیا۔ پھر وہ اس جگہ پہنچا جہاں ملازم گھوڑے کی باگ تھامے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ عِکرَمہ نے گھوڑے کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور اس پر سوار ہوکر گھر کی طرف روانہ ہوا۔

اُدھر عِکرَمہ کی بیوی جاگی تو اپنے شوہر کو اتنی رات گئے بستر پر نہ پاکر بہت فکر مند ہوئی اور اس کے دل میں طرح طرح کے خیال آنے لگے، ابھی وہ اس بارے میں سوچ ہی رہی تھی کہ عِکرَمہ گھوڑے کو اصطبل میں باندھ کر گھر واپس آگیا۔ بیوی اس کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ گئی اور پوچھنے لگی کہ تم گھر سے باہر کہاں گئے تھے؟ عِکرَمہ نے کہا کہ مین ایک خاص کام کے لیے گیا تھا۔ بیوی نے کہا کہ آخر وہ کون سا ایسا خاص کام تھا کہ تم مجھ کو بتائے بغیر آدھی رات کے وقت گھر سے نکل گئے۔ عِکرَمہ نے بات چھپانے کی بہت کوشش کی لیکن بیوی کی ایک ہی رٹ تھی کہ جب تک تم مجھے بتاؤ گے نہیں میں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی۔ آخر عِکرَمہ نے اس کو قسم دے کر کہا کہ میں جو کچھ بتاؤں گا تم کسی اور سے اس کا ذکر نہیں کرو گی۔ بیوی نے وعدہ کر لیا کہ یہ بات میرے اور تمہارے درمیان ہی رہے گی۔ اس پر عِکرَمہ نے اس کو سب کچھ بتا دیا اور وہ خاموش ہوگئی۔ دوسری طرف خُذَیمہ وہ تھیلی لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا۔ اس وقت گھر میں سخت تاریکی تھی کیونکہ ان کے پاس روشنی کا سامان بھی نہیں تھا۔ دونوں بے چینی کے ساتھ رات گزرنے کا انتظار کرنے لگے۔ صبح ہوئی اور انہوں نے تھیلی کھولی تو یہ دیکھ کر ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ اس میں چار ہزار اشرفیاں تھیں۔ اب دونوں کی زبانیں اللہ کا شکر اور اپنے گمنام محسن کی تعریف کرتے کرتے نہ تھکتی تھیں۔ خُذَیمہ نے اُسی دن اپنا قرض ادا کیا اور گھر کی دوسری ضرورتیں پوری کیں پھر اس نے نئے کپڑوں کے تین چار جوڑے بنوائے اور خلیفہ سلیمان سے ملاقات کے لیے دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر وہ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ بہت خوش ہوا، اس کی خیریت دریافت کی اور پھر پوچھا کہ خُذَیمہ تم اتنے عرصے سے ہمارے پاس کیوں نہیں آئے؟ خُذَیمہ نے اپنی بدحالی کی ساری کہانی سنائی اور کہا، امیر المؤمنین ہم پر فاقوں پر فاقے گزر رہے تھے ایسے برے حالات میں میرے لیے یہاں تک آنا کیسے ممکن تھا؟ خلیفہ نے پوچھا کہ اب تم کیسے یہاں تک آنے کے قابل ہوئے؟ خُذَیمہ نے اپنے گمنام محسن ''انسان دوست'' کا سارا واقعہ خلیفہ کو سنایا تو وہ بہت حیران ہوا اور خُذَیمہ سے کہنے لگا کہ اگر تم کو کبھی اس نیک اور دریادل آدمی کا پتا چلے تو مجھ کو بھی آگاہ کرنا تاکہ میں اس کو انعام دوں۔

ابھی خُذَیمہ دمشق ہی میں ٹھہرا ہوا تھا کہ خلیفہ کو عِکرَمہ کے خلاف کچھ شکایتیں پہنچیں جو اس کے حاسدوں نے جزیرہ سے بھیجی تھیں۔ خلیفہ نے خُذَیمہ کو دربار میں بُلا بھیجا اور اُس سے کہا کہ میں تم کو عِکرَمہ کی جگہ جزیرہ کا گورنر مقرر کرتا ہوں تم وہاں جاکر عِکرَمہ سے حکومت کے اختیارات لے لو اور خزانے کا حساب بھی اس سے سمجھ لو۔ خُذَیمہ

تھا۔ وہ خُذَیمہ کو بڑی مدت سے جانتا تھا اور اس کی خوبیوں سے بھی واقف تھا۔ پہلے تو کبھی کبھی خُذَیمہ اُس سے ملنے آجاتا تھا لیکن اب اس نے کئی ماہ سے خُذَیمہ کو نہیں دیکھا تھا۔ ایک دن اس نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ خُذَیمہ کو عرصہ سے نہیں دیکھا وہ آج کل کہاں ہے اور اُس کا کیا حال ہے؟ اُنہوں نے اُس کو بتایا کہ خُذَیمہ بیچارے پر برا وقت آپڑا ہے۔ اُس کا کاروبار تباہ ہو گیا ہے اور وہ آج کل روٹیوں کو بھی محتاج ہے لیکن اُس کی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اسی لیے اس نے اپنے آپ گھر کے اندر بند کر رکھا ہے اور لوگوں سے مِلنا جُلنا چھوڑ دیا ہے۔

یہ سُن کر عِکرَمہ اللہ کے ڈر سے کانپ اٹھا اور دل میں کہنے لگا کہ اے عِکرَمہ تجھ پر افسوس ہے کہ اللہ نے تجھ کو طرح طرح کی نعمتیں دے رکھی ہیں لیکن ایک نیک اور شریف آدمی جو کبھی بیسیوں بھوکوں کو کھلا کر خود کھاتا تھا۔ آج تیری حکومت میں روٹیوں کا محتاج ہے اور تجھے اس کے حال کی خبر ہی نہیں۔ پھر اس نے باتوں ہی باتوں میں لوگوں سے خُذَیمہ کے گھر کا پتہ پوچھ لیا اور اپنے محل کے اندر چلا گیا۔ جب آدھی رات ہوئی تو اس نے اپنے ایک وفادار ملازم کو بلایا اور ایک وزنی تھیلی اُس کے ہاتھ میں دے کر کہا تم میرے پیچھے چلے آؤ۔ پھر وہ خاموشی کے ساتھ محل سے باہر نکلا اور ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ملازم بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ جب خُذَیمہ کا مکان قریب آیا تو عِکرَمہ گھوڑے سے اتر پڑا اور ملازم کے ہاتھ سے تھیلی لے کر اس سے کہا، میرے واپس آنے تک تم یہیں کھڑے ہو۔ اس کا منشاء یہ تھا کہ ملازم کو یہ علم نہ ہو کہ وہ کہاں گیا ہے۔ ملازم نے گھوڑے کی باگ تھام لی اور عِکرَمہ نے خُذَیمہ کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ خُذَیمہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا کہ اس وقت مجھ سے کون ملنے آیا ہے۔ اس نے دروازہ کھولا تو دروازے پر ایک آدمی کو کھڑا پایا جس نے اپنے چہرے پر کپڑا ڈال رکھا تھا۔ یہ عِکرَمہ تھا جس نے اپنے چہرے کو کپڑے سے اسی لیے چھپایا تھا کہ خُذَیمہ اس کو پہچان نہ سکے۔ عِکرَمہ نے تھیلی خُذَیمہ کے ہاتھ میں پکڑا دی اور بڑی نرمی سے کہا کہ دوست لو اس کو خرچ کرو آئندہ خدا مالک ہے۔ خُذَیمہ نے تھیلی دروازے کی چوکھٹ پر رکھ دی اور عِکرَمہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، اے مجھ پر احسان کرنے والے نیک آدمی تم کون ہو؟ عِکرَمہ نے کہا، دوست نام بتانے سے مجھے معاف رکھو میں اس اندھیری رات میں اسی لیے آیا ہوں کہ کوئی مجھ کو پہچان نہ سکے۔ خُذَیمہ نے کہا، اگر تم اپنا نام نہیں بتاتے تو یہ تھیلی بھی مہربانی کر کے واپس لے جاؤ میں اس کو ہرگز قبول نہیں کروں گا۔

عِکرَمہ نے کہا تم مجھے ''انسان دوست'' کے نام سے پُکار سکتے ہو اس سے زیادہ میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ خُذَیمہ نے بہت کوشش کی کہ اس کا نام اور پتہ معلوم کرے لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔ یکا یک عِکرَمہ نے اپنا ہاتھ اس

اب خُذَیمہ عِکْرَمہ کو بڑی شان وشوکت کے ساتھ اپنے محل میں لایا، پہلے گرم پانی سے اس کو غسل کرایا اور عمدہ کپڑے پہنائے پھر اس کے سامنے کھانا رکھا جب وہ کھانے سے فارغ ہو گیا تو بہت سا روپیہ دے کر خُذَیمہ خود اسے اُس کے مکان تک چھوڑنے گیا اور نہایت منت اور خوشامد سے اس سے درخواست کی کہ اپنی بیوی سے میرا قصور معاف کرانا۔

کچھ عرصے کے بعد خُذَیمہ عِکْرَمہ کو ساتھ لے کر خلیفہ سلیمان بن عبدالمَلِک کے دربار میں حاضر ہوا اور اس کو بتایا کہ میرا ''انسان دوست'' محسن عِکْرَمہ تھا۔ خلیفہ نے عِکْرَمہ کو گلے لگالیا اور کہا:

''مجھے تم جیسے لوگوں پر فخر ہے۔ افسوس کہ میری بے خبری کی وجہ سے تم نے اتنی مصیبت اٹھائی اگر مجھ کو معلوم ہو جاتا کہ تم نے خزانے سے یہ رقم غریبوں کی امداد کے لیے لی تھی تو میں اس کو حساب سے کاٹنے کا حکم دے دیتا۔ اب میں تم کو عراق عرب، آرمینیا اور آذربائیجان کا گورنر مقرر کرتا ہوں اور خُذَیمہ کو تمہارا نائب بناتا ہوں۔''

عِکْرَمہ نے عرض کیا، ''امیر المؤمنین خُذَیمہ نے جو برتاؤ میرے ساتھ کیا اس میں اُس کا کوئی قصور نہیں ہے اس نے یہ سب کچھ بے خبری میں کیا اس لیے میں درخواست کرتا ہوں کہ اس کو میرا نائب نہیں بلکہ برابر کا گورنر بنایا جائے۔''

خلیفہ نے عِکْرَمہ کی درخواست منظور کر لی اور خُذَیمہ کو آرمینیا کا گورنر بنا دیا۔ اس کے بعد عِکْرَمہ اور خُذَیمہ دونوں اپنے اپنے علاقوں پر مُدّت تک بڑے عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔

جزیرہ پہنچا تو عِکرَمہ اور شہر کے لوگوں نے اس کا استقبال کیا۔ عِکرَمہ نے خلیفہ کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھا اور جزیرہ کی حکومت خُذَیمہ کے سپرد کر دی۔ خُذَیمہ نے خزانے کا حساب دیکھا تو اس میں چند ہزار اشرفیاں کم پائیں۔ اُس نے عِکرَمہ سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ اشرفیاں میں نے خزانے سے قرض کے طور پر لی تھیں اور میرا ارادہ تھا کہ آہستہ آہستہ انہیں خزانے میں واپس جمع کرا دوں گا۔ لیکن اب آپ نے اچانک حکومت مجھ سے لے لی ہے اس لیے میں یہ کمی پوری نہ کر سکا۔ خُذَیمہ نے خلیفہ کے حکم کے مطابق اس سے کہا کہ وہ خزانے کا حساب فوراً پورا کرے۔ عِکرَمہ نے کہا کہ وہ اس وقت اتنی رقم ادا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اس پر خُذَیمہ نے حکم دیا کہ عِکرَمہ کے ہاتھ اور پاؤں میں زنجیریں اور بیڑیاں ڈال کر اس کو قید خانے میں بھیج دیا جائے اور وہاں اس پر بہت سختی کی جائے یہاں تک کہ وہ سرکاری روپیہ واپس کر دے۔

عِکرَمہ کئی ماہ تک قید خانے کی سختیاں جھیلتا رہا لیکن یہ بات وہ کبھی زبان پر نہ لایا کہ اس کمی کی وجہ یہ ہے کہ وہ غریب اور بے سہارا لوگوں کی پوشیدہ طریقے سے مدد کیا کرتا تھا ان میں خود خُذَیمہ بھی شامل تھا۔ قید خانے میں عِکرَمہ کی صحت تباہ ہوگئی اور وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا۔ اس کی بیوی اس کی زندگی کی طرف سے مایوس ہوگئی تو اپنے شوہر کا راز چھپانا اس کے لیے ممکن نہ رہا۔ اس نے اپنی ایک ہوشیار لونڈی کو یہ پیغام دے کر خُذَیمہ کے پاس بھیجا کہ اے امیر آپ نے ''انسان دوست'' کے احسان کا خوب بدلہ دیا ہے کہ خود تو مزے سے حکومت کر رہے ہیں اور ''انسان دوست'' قید میں پڑا سڑ رہا ہے۔

خُذَیمہ نے یہ پیغام سُنا تو اس نے لونڈی سے پوچھا:

''یہ ''انسان دوست'' کون ہے؟''

لونڈی نے اس کو بتایا کہ عِکرَمہ ہی وہ آدمی ہے جس نے آپ کو اپنا نام ''انسان دوست'' بتایا تھا۔ یہ سُن کر خُذَیمہ کی وہ حالت ہوئی جیسے اس پر بجلی گر پڑی ہو۔ وہ زار زار رونے لگا۔ پھر اپنے درباریوں اور شہر کے معزز لوگوں کو ساتھ لے کر فوراً قید خانے پہنچا۔ پہلے اُس کے حکم سے عِکرَمہ کی بیڑیاں اور زنجیریں کاٹی گئیں پھر وہ عِکرَمہ کے گلے لگ کر رونے لگا اور اس سے بار بار معافی مانگنے لگا کہ میں نے لاعلمی میں تم کو تکلیف پہنچائی۔ تمہاری بیوی نے بھی مجھ پر بڑا احسان کیا ہے کہ اس نے مجھے اپنے گمنام محسن کا پتہ بتا دیا ہے۔

عِکرَمہ نے کہا، بھائی اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔ یہ سب قسمت کے کھیل ہیں۔ اگر میری بیوی یہ راز ظاہر نہ کرتی تو میں مرتے دم تک تم کو نہ بتاتا کہ خزانے سے اشرفیاں میں نے کس غرض کے لیے لی تھیں۔

دیانت کی انتہا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ بیت المال (سرکاری خزانے) کے چراغ کی روشنی میں سرکاری کام کر رہے تھے کہ گھر سے ایک خادم آیا اور باتیں کرنے لگا جو گھر کے معاملات سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت عُمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا:

''پہلے چراغ بجھا دو پھر باتیں کرو اس لیے کہ یہ چراغ اور اس کا تیل سرکاری پیسے سے خریدا گیا ہے۔ اس کا استعمال صرف مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہی جائز ہو سکتا ہے۔''

ایک دن بیت المال میں بہت سے سیب آئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ انہیں عام مسلمانوں میں تقسیم کر رہے تھے کہ ان کا چھوٹا بچہ وہاں آ گیا اور ایک سیب اٹھا کر کھانے لگا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ وہ روتا ہوا ماں کے پاس گیا اور شکایت کی ____ ماں نے بازار سے سیب منگا دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ گھر آئے تو سیب کی خوشبو سونگھ کر بولے:

''بیت المال کا کوئی سیب تو ہمارے گھر میں نہیں آیا؟''

بیوی نے کہا۔ ''نہیں یہ سیب میں نے بازار سے منگا کر بچے کو دیا ہے آپ نے تو اس سے چھین لیا تھا۔''

حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''خدا کی قسم میں نے بچے کے منہ سے نہیں اپنے دل سے چھینا تھا لیکن مجھے یہ پسند نہ تھا کہ مسلمانوں کے حصہ کے ایک سیب کے بدلے میں اپنے آپ کو برباد کر لوں۔''

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیت المال کا مُشک رکھا گیا۔ انہوں نے فوراً اپنی ناک کے آگے ہاتھ رکھ لیا تاکہ اس کی خوشبو ناک میں نہ جانے پائے۔ اس پر ایک شخص نے کہا:

''اے امیر المؤمنین خوشبو سونگھنے میں حرج ہے۔''

بولے: ''خوشبو سونگھنا بھی تو مُشک سے فائدہ اٹھانا ہے اور میرے لیے جائز نہیں کہ حق کے بغیر بیت المال

فرقونہ کی مرغیاں

بنو اُمیہ کے آٹھویں خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بڑے نیک اور خدا سے ڈرنے والے انسان تھے۔ ان کی سلطنت لاکھوں مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی لیکن وہ اپنی رعیّت کے کسی آدمی کی تکلیف کا حال سُن کر تڑپ اٹھتے تھے اور خواہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ رہتا ہو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرقونہ نام کی ایک عورت نے انہیں مصر سے ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ:

''اے امیر المؤمنین! میرے گھر کی دیوار بہت نیچی ہے اور لوگ اس میں داخل ہو کر میری مرغیاں چُرا کر لے جاتے ہیں۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خط ملا تو انہوں نے فرقونہ کو جواب بھیجا کہ تمہاری شکایت مل گئی ہے اور میں نے مصر کے گورنر کو حکم بھیجا ہے کہ وہ دیوار کو اونچا کر دے اور تمہارے گھر کی حالت کو درست کر دے۔

ساتھ ہی انہوں نے مِصر کے گورنر ایوب بن شُرَحْبِیْل کو لکھا کہ میرا خط ملتے ہی تم خود جا کر اپنے سامنے عورت کے گھر کی دیوار کو اونچا کرا دو۔ اس خط کا مضمون یہ تھا:

''فرقونہ جو ایک آزاد کی ہوئی لونڈی ہے اس نے مجھے لکھا ہے کہ اس کے صحن کی دیوار بہت نیچی ہے اور رات کو چور اس کے گھر میں داخل ہو کر اس کی مرغیاں چرا لیتے ہیں۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کو مضبوط کر کے بلند کر دیا جائے۔ میرا یہ خط ملتے ہی تم خود سواری کسو، اس عورت کے گھر پہنچو اور اپنے سامنے اس کے صحن کی دیوار اونچی اور مضبوط کرا دو۔''

گورنر صاحب یہ خط ملتے ہی فرقونہ کے مکان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ بڑی تلاش کے بعد مکان ملا۔ معلوم ہوا کہ وہ ایک غریب حبشی عورت ہے۔ گورنر صاحب نے اپنے سامنے اس کے صحن کی دیوار کو بلند اور مضبوط کرا دیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع بھیجی کی میں نے فرقونہ کی شکایت دُور کر دی ہے۔

پرہیزگار خلیفہ

حضرت عُمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بننے سے پہلے بڑی امیرانہ زندگی گزارتے تھے۔ ان کا لباس کئی کئی سو روپے کا ہوتا تھا اور جس لباس کو ایک مرتبہ پہن لیتے تھے دوبارہ اس کو نہیں پہنتے تھے۔ خوشبو اتنی اعلیٰ استعمال کرتے تھے کہ جس راستے سے گزرتے وہ راستہ مہک جاتا تھا۔ لیکن جب وہ خلیفہ بنے تو یہ چیزیں خواب و خیال ہو گئیں۔ معمولی کپڑے کا صرف ایک جوڑا ان کے بدن پر ہوتا تھا۔ اُس میں بھی پیوند لگے ہوتے تھے اور اُسی کو دھو دھو کر پہنا کرتے تھے۔ ایک دن جمعہ کی نماز میں دیر سے پہنچے کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا، خادم کپڑے دھونے کو لے گیا تھا اور ان کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہ تھا۔

خلافت کے بعد عمدہ اور لذیذ کھانے بھی چھوڑ دیئے۔ نہایت معمولی غذا کھاتے تھے اور وہ بھی کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ ایک دن گھر کے ملازم نے ان کی بیوی سے شکایت کی کہ ہر روز دال کھا کھا کر تنگ آ گیا ہوں۔ انہوں نے کہا: ''تمہارے آقا امیر المؤمنین کی بھی یہی غذا ہے۔''

ایک دن عادت کے خلاف صبح کو گھر سے نکلنے میں بہت دیر کر دی۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا، رات کو مسور اور چنے کی دال کھائی تھی اس سے پیٹ میں درد ہونے لگا۔ ایک شخص نے کہا:

''امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے ان میں سے اچھی چیزیں کھاؤ۔''

انہوں نے فرمایا: ''تم نے اس کے اُلٹے معنی لیے۔ اچھی چیزوں کا مطلب ہے حلال طریقے سے حاصل ہونے والی روزی نہ کہ لذیذ کھانے۔ کبھی کبھی تو غذا میں روٹی کے سوکھے ٹکڑوں اور زیتون کے تیل کے سوا اور کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ بیوی بچے بھی یہی سادہ غذا کھاتے تھے۔

ایک مرتبہ عشاء کی نماز کے بعد اپنی لڑکیوں کے پاس گئے تو وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ان کے سامنے آئیں۔ اس کی وجہ پوچھی تو لڑکیوں نے کہا کہ شام کے کھانے میں مسور کی دال اور پیاز کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی اس لیے ہم

کی کسی چیز سے فائدہ اٹھاؤں۔

ایک دفعہ انہوں نے اپنے خادم کو گوشت کا ایک ٹکڑا بھوننے کے لیے دیا۔ وہ سرکاری باورچی خانہ سے بھون لایا۔ انہوں نے اسے ہاتھ تک نہ لگایا اور خادم سے فرمایا، یہ تم ہی کھالو، میری قسمت میں نہ تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سرکاری باورچی خانہ میں اپنے لیے غُسل اور وضو کا پانی گرم کرانا بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی اجازت کے بغیر خادم ایک مہینہ تک سرکاری باورچی خانہ میں پانی گرم کرتا رہا ان کو معلوم ہوا تو اتنی لکڑی خرید کر باورچی خانہ میں داخل کرادی۔

ایک دفعہ انہوں نے اپنے خادم سے کہا کہ میرے لیے ایک رِحل خرید لاؤ۔ وہ ایک رِحل لایا جو اُن کو بہت پسند آئی۔ خادم سے پوچھا، اس کو کہاں سے خریدا اس نے کہا، بیت المال کے توشہ خانے میں کچھ عمدہ قسم کی لکڑی پڑی تھی میں نے یہ رحل اسی سے بنوائی ہے۔ فرمایا ____ اسی وقت جاؤ اور بازار سے اس کی قیمت لگواؤ۔ وہ بازار گیا اور واپس آ کر بتایا کہ اس کی قیمت نصف دینار لگائی گئی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ بیت المال میں میری طرف سے دو دینار داخل کر دو۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ کھجوریں پیش کی گئیں جو سرکاری ڈاک کے گھوڑوں پر لائی گئی تھیں۔ انہیں معلوم ہوا تو کھجوروں کو فروخت کر کے ان کی قیمت بیت المال میں جمع کرادی۔

ایک دفعہ ان کی بیوی نے ڈاک کی سرکاری سواری پر ایک آدمی کو روانہ کیا کہ دو دینار کا شہد خرید لائے۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس شہد کو فروخت کر ڈالا۔ اس کی قیمت دو دینار سے زیادہ وصول ہوئی۔ انہوں نے دو دینار بیوی کو واپس دے کر باقی رقم بیت المال میں جمع کرادی اور بیوی سے کہا، تم نے عمر کے لیے مسلمانوں کے جانور کو ناحق تکلیف دی۔

ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوی فاطمہ رحمہا اللہ کے سامنے لبنان کے شہد کا شوق ظاہر کیا۔ فاطمہ رحمہا اللہ نے لبنان کے حاکم کو خط لکھ کر بہت سا شہد منگوا بھیجا لیکن جب یہ شہد حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے فاطمہ رحمہا اللہ سے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے لبنان کے حاکم سے فرمائش کر کے یہ شہد منگوایا ہے۔ انہوں نے کہا، جی ہاں ____ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سُن کر اس شہد کو چکھا تک نہیں اور فروخت کروا کر اس کی قیمت بیت المال میں جمع کرادی، ساتھ ہی لبنان کے حاکم کو ایک سخت خط لکھا کہ اگر تم نے آئندہ ایسا کیا تو خدا کی قسم تم اپنے عہدے پر قائم نہیں رہ سکو گے اور میں تمہارا منہ دیکھنا بھی پسند نہیں کروں گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور ایک غریب بیوہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کا ذکر ہے کہ عراق کا ایک غریب آدمی فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور پانچ بچیاں چھوڑیں۔ بیچاری غریب بیوہ اپنی یتیم بچیوں کے لیے سرکاری وظیفہ مقرر کرانے کی غرض سے دمشق پہنچی جو حکومت کا مرکز تھا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا ـــــــ ''کیا امیر المؤمنین کے گھر کے دروازے پر دربان بھی ہیں؟''

لوگوں نے کہا ـــــــ ''وہاں کوئی دربان نہیں ہے تم جب چاہو ان کے گھر کے اندر جا سکتی ہو۔''

یہ سُن کر بیوی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر پہنچی اور سیدھی گھر کے اندر چلی گئی۔ وہاں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بیٹھی روٹیاں پکا رہی تھیں۔ بیوہ نے ان کو سلام کیا، انہوں نے جواب دے کر اس کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ بیوی حیران ہو کر امیر المؤمنین کے مکان کو دیکھنے لگی اور پھر کہنے لگی:

''میں تو یہاں اس لیے آئی تھی کہ اس گھر سے کچھ حاصل کر کے اپنے گھر کی ویرانی کو دُور کروں گی لیکن یہ تو خود ویران ہو رہا ہے۔''

فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بولیں: بہن تم جیسے لوگوں کے گھروں کو آباد کرنے کے لیے ہی یہ گھر ویران ہو رہا ہے۔''

اتنے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ باہر سے آئے اور کنوئیں سے پانی کھینچ کھینچ کر مکان کے سامنے پڑی ہوئی مٹی پر ڈالنے لگے۔ ایسا کرتے ہوئے انہوں نے دو تین مرتبہ اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ بیوہ عورت نے فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا سے مخاطب ہو کر کہا:

''بی بی آپ پردہ میں ہو جائیں یہ مزدور آپ کو بار بار گھور رہا ہے۔''

فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بولیں: یہ مزدور نہیں ہے یہی امیر المؤمنین ہیں۔''

اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سلام کر کے اندر آئے اور مکان کے اس حصہ میں چلے گئے جہاں عبادت کیا کرتے تھے۔ پھر اپنی بیوی کو پاس بُلایا اور پوچھا: ''یہ کون عورت ہے؟''

نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا کہ آپ کو ان کی بُو نہ آئے۔ یہ سُن کر رو پڑے اور فرمایا، میری بچیو کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ تم اچھے اچھے کھانے کھاؤ اور تمہارا باپ دوزخ کی آگ میں جلے۔ یہ سُن کر بچیاں بھی رونے لگیں۔

ایک دن عیدالفطر سے چند دن پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کی اہلیہ نے کہا کہ عید کے دن سب لوگ عمدہ لباس پہنیں گے لیکن ہمارے بچوں کے پاس معمولی پرانے کپڑے ہیں مجھے بہت شرم آتی ہے کہ امیرالمومنین کے بچے عید کے دن بھی اس قسم کے کپڑے پہنیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے بیت المال کے افسر کو ایک رقعہ لکھا کہ میرا ایک ماہ کا وظیفہ پیشگی بھیج دیں۔ اس نے رقعہ کی پچھلی طرف یہ الفاظ لکھ کر واپس بھیج دیا۔

''امیرالمؤمنین کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک مہینے تک زندہ رہیں گے۔''

یہ الفاظ پڑھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ رونے لگے اور بیوی سے کہا ہمارے بچوں کو بہشت میں عمدہ پوشاک ملے گی اس لیے یہاں عمدہ لباس کی ضرورت نہیں۔

ایک مرتبہ ایک کنیز ان کو پنکھا جھل رہی تھی۔ پنکھا جھلتے جھلتے سو گئی۔ انہوں نے خود پنکھا لے لیا اور اُس کو جھلنا شروع کر دیا اُس کی آنکھ کھلی تو گھبرا کر چلائی ____ انہوں نے فرمایا، ''تم بھی میری طرح انسان ہو تم کو بھی گرمی لگتی ہوگی۔ اس لیے میں نے چاہا کہ جس طرح تم مجھے پنکھا جھل رہی تھیں میں بھی تم کو جھل دوں۔''

ایک بار رات کو مسجد میں گئے۔ اندھیرے میں ایک لیٹے ہوئے شخص کو پاؤں کی ٹھوکر لگ گئی۔ اس نے غصے سے کہا، کیا تم پاگل ہو؟ ''بولے: نہیں'' خادم نے اس کو سزا دینی چاہی لیکن انہوں نے اس کو روک دیا اور فرمایا، اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ تم پاگل ہو، میں جواب دے دیا کہ نہیں۔ اس سے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

ایک دفعہ ایک مہمان سے گفتگو میں رات زیادہ گزر گئی اور چراغ بجھنے لگا۔ پاس ہی خادم سویا ہوا تھا۔ مہمان نے اس کو جگانا چاہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے فرمایا، اسے سونے دیں۔ مہمان نے خود چراغ درست کرنے کا ارادہ کیا تو فرمایا، مہمان سے کام لینا اچھی بات نہیں، پھر خود اٹھ کر چراغ میں تیل ڈالا اور پلٹ کر فرمایا، جب میں اٹھا تھا تب بھی عُمر بن عبدالعزیز تھا اور جب پلٹا تب بھی عُمر بن عبدالعزیز ہی ہوں۔

غریب کا حوصلہ

دوسری صدی ہجری میں معن بن زائدہ شیبانی مشہور امیر گزرا ہے۔ وہ بڑا بہادر اور دریا دل آدمی تھا اور سارے عرب میں اس کی سخاوت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ دوسرا عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور اس سے سخت ناراض ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ معن بن زائدہ کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

معن بن زائدہ کو خلیفہ کے حکم کی خبر ملی تو وہ کسی جگہ چھپ گیا لیکن ہر وقت دھڑ کا لگا رہتا تھا کہ خلیفہ کے آدمی کسی دن اسے ڈھونڈ لیں گے۔ آخر ایک دن اس نے بھیس بدلا اور ایک اونٹ پر سوار ہو کر بغداد سے نکل کھڑا ہوا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ایک سیاہ رنگ کے آدمی نے یکا یک ایک طرف سے نکل کر اس کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور اسے بٹھا دیا۔ پھر معن بن زائدہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

''میرے ساتھ چلو۔''

معن نے کہا ''تم ہو کون اور یہ کیا حرکت ہے؟

اس نے کہا:

''میں تو جو کچھ ہوں سو ہوں لیکن تو ضرور معن بن زائدہ ہے جس کی امیر المؤمنین کو تلاش ہے اور جس کو گرفتار کرنے والے کو امیر المؤمنین نے بہت بڑا انعام دینے کا اعلان کیا ہے۔''

معن نے کہا_____ ''بھئی تمہیں غلطی لگی ہے، میرا معن بن زائدہ سے کیا تعلق؟''

سیاہ فام آدمی نے کہا_____ ''تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ خدا کی قسم میں تمہیں بہت اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ انعام کے لالچ میں اور لوگ بھی یہاں پہنچ جائیں، میرے ساتھ چل پڑو۔''

معن نے جب دیکھا کہ وہ شخص اس کو جانتا ہے اور کسی طرح اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا تو اس نے اپنی جیب سے ہیروں کا ایک ہار نکالا اور اس سیاہ فام آدمی کے ہاتھ میں دے کر کہا:

انہوں نے کہا: ''یہ ابھی آئی ہے اور آپ سے ملنا چاہتی ہے۔''

حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے بیوہ عورت کو بُلایا اور اس سے پوچھا: ''بی بی تم کیا چاہتی ہو؟''

اس نے کہا: ''امیر المومنین میں عراق کی رہنے والی ہوں۔ خاوند فوت ہو گیا ہے اور بے سہارا ہوں۔ میری پانچ لڑکیاں ہیں ان کی پرورش کے لیے آپ سے مدد مانگنے آئی ہوں۔''

پھر اس نے اپنی بچیوں کی حالت اس طرح بیان کی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے۔ اسی وقت قلم دوات لے کر بیٹھ گئے اور عراق کے حاکم کے نام خط لکھنا شروع کیا۔ چند سطریں لکھ کر بیوہ سے پوچھا، تمہاری بڑی بیٹی کا کیا نام ہے؟ اس نے نام بتایا، امیر المومنین نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ بیوہ نے کہا، الحمدللہ۔

پھر انہوں نے دوسری بیٹی کا نام پوچھا۔ نام معلوم ہونے پر اس کا بھی وظیفہ مقرر کر دیا۔ بیوہ نے پھر اَلحَمدُ لِلّٰہ کہا۔ اس کے بعد تیسری اور چوتھی لڑکی کا نام پوچھ کر ان کا بھی وظیفہ مقرر کر دیا۔ بیوہ نے ہر مرتبہ اَلحَمدُ لِلّٰہِ کہا اب وہ اپنی خوشی ضبط نہ کر سکی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے ہوئے ان کو دعائیں دینے لگی۔ انہوں نے اپنا قلم روک لیا اور فرمایا:

''تم جب تک اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتی رہیں میں تمہاری بیٹیوں کے لیے وظیفہ مقرر کرتا گیا۔ اب تم نے اس طرح میری تعریف کرنی شروع کر دی جیسے یہ وظیفہ دینے والا میں ہوں اس لیے اب میں پانچویں لڑکی کے لیے وظیفہ مقرر نہیں کر سکتا۔ تم اپنی چاروں لڑکیوں سے کہنا کہ وہ اپنے اپنے وظیفے میں سے تھوڑا تھوڑا اپنی چھوٹی بہن کو بھی دے دیا کریں۔''

غریب بیوہ نے اسی کو بہت سمجھا اور حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان لے کر وطن کی طرف روانہ ہو گئی۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھی کہ حضرت عُمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے۔ جب اس نے عراق پہنچ کر امیر المُومنین کا فرمان وہاں کے حاکم کے سامنے پیش کیا تو وہ رو پڑا اور بولا: ____

''اللہ اس فرمان کے لکھنے والے پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔''

بیوہ نے گھبرا کر پوچھا ____ ''کیا وہ فوت ہو گئے؟''

حاکم نے کہا۔ ''ہاں''

یہ سُن کر بیوہ کی چیخ نکل گئی۔ حاکم نے کہا۔ ''بی بی تم کچھ فکر نہ کرو میں اس فرمان کی تعمیل کروں گا۔'' چنانچہ اس نے فرمان کے مطابق بیوہ کی چاروں بیٹیوں کے وظیفے مقرر کر دیئے۔

بخشا، اب میرے لیے اس کو چھونا بھی حرام ہے۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے شہر کی جانب چلا گیا۔

معن بن زائدہ کا اپنا بیان ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں اتنے بڑے حوصلے والا کوئی غریب آدمی نہیں دیکھا۔

''بھائی اس ہار میں بڑے قیمتی ہیرے ہیں۔ان کی قیمت اس انعام سے کہیں زیادہ ہے جو خلیفہ نے میرے گرفتار کرنے والے کے لیے مقرر کیا ہے۔تم یہ ہار لے لو اور میری جان کے دشمن نہ بنو۔''

وہ شخص ہار کو کچھ دیر دیکھتا رہا پھر کہنے لگا:

''واقعی یہ ہار بہت قیمتی ہے۔اسے لے کر تمہیں چھوڑنے کا فیصلہ میں اُسی وقت کروں گا جب تم میرے ایک سوال کا جواب سچ سچ دو گے۔''

معن نے کہا:''کیا سوال ہے تمہارا؟

اس نے کہا:''تمہاری سخاوت اور دریا دلی کی سارے عرب میں دھوم مچی ہوئی ہے۔یہ بتاؤ کہ کیا کبھی تم نے اپنی ساری دولت بھی کسی کو بخشی ہے۔''

معن:''نہیں۔''

سیاہ فام آدمی:''اچھا آدھی۔''

معن:''وہ بھی نہیں۔''

سیاہ فام آدمی:''اچھا ایک تہائی۔''

معن:''ایک تہائی بھی نہیں۔''

سیاہ فام آدمی:''اچھا دسواں حصہ۔''

معن:''ہاں اس کا اتفاق شاید کبھی ہوا ہو۔''

اب اس شخص نے مسکرا کر کہا:''یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی۔میں امیر المومنین منصور کی سرکار میں صرف بیس درہم ماہوار کا ملازم ہوں۔یہ ہار جو تم مجھے دے رہے ہو لاکھوں درہم قیمت کا ہے۔یہ میں تمہیں بخشتا ہوں تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ سخاوت کس شے کا نام ہے اور تم سے بھی بڑے سخی اس دنیا میں موجود ہیں۔''

یہ کہہ کر اس نے ہار معن بن زائدہ کی طرف پھینک دیا اور اونٹ کی مہار چھوڑ کر وہاں سے چل دیا۔

معن نے اس کو آواز دے کر کہا:''اے جوان جس طرح تم نے مجھے شرمندہ کیا ہے اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔یہ ہار لے جاؤ میں نے خوشی سے تمہیں دیا ہے۔''

یہ سن کر خلیفہ کا وہ غریب ملازم ہنسا اور کہنے لگا:

''تم چاہتے ہو کہ اپنے آپ کو مجھ سے بڑھ کر سخی ثابت کرو۔خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہوگا۔یہ ہار میں نے تمہیں

علم بکاؤ چیز نہیں

آج سے کئی سال پہلے شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم گزرے ہیں۔ ایک دفعہ وہ ایک دُکان پر اخروٹ خریدنے گئے۔ دکاندار نے اپنے ملازم سے کہا کہ اچھے اچھے اخروٹ چن کر دینا۔

شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ نے دُکاندار سے پوچھا:

''کوئی شخص اخروٹ خریدنے آتا ہے تو کیا تم اپنے ملازم کو ہمیشہ یہی حُکم دیتے ہو کہ اچھے سے اچھے اخروٹ چن کر دینا۔''

اس نے کہا، ''نہیں یہ حُکم تو میں نے اسے آپ کے علم کی وجہ سے دیا ہے۔''

شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سُن کر فرمایا، ''بھائی میں چند اخروٹوں کے بدلے میں اپنا علم نہیں بیچ سکتا۔''

یہ فرما کر وہ اخروٹ خریدے بغیر چلے گئے۔